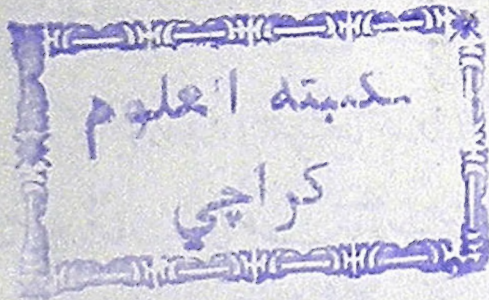


سلسلہ اشاعت امامیہ سن پاکستان حبیب اللہ ۱۴۰۸ھ

حسن عسکری

MAHMOOD & CO. PUBLISHERS



از قلم حقیقت رقم

امام کا سید العلماء علامہ علی نقی النقیوی
محبت العصر لکھنؤ

قیمت ۲ روپے

امامیہ مشن پاکستان ریسرچ ڈائری

کا اڈا تالیفوں رسالہ حسن عکریٰ آپ کے زیر نظر ہے جو امامیہ مشن لکھنؤ سے زیر ۱۹۹۰ شائع ہو کر متحدہ ہندوستان میں شہرت حاصل کر چکا ہے۔ جناب کو عسکری کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایک ہفتہ پر نظام متوکل نے مادی دبدبہ کا رعب جلتے کیئے فوج کو حکم دیا کہ فوج کا ہر سوار گھوڑے کے توبرے میں بیٹھ کر ایک جگہ ڈالتا جائے۔ لیا کرنے میں بہت بڑا ٹیلہ مٹی کا ہو گیا تو متوکل نے ازراہ کبر و غرور عرض کیا کہ دیکھا جتا ہے ہمارے پاس کتنی فوج ہے۔ امام نے فرمایا بس تمہارے پاس ہی قدر فوج ہے؟ اچھا اب دائیں طرف ہماری فوج دیکھو۔ جب اس نے نظر اٹھائی تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ حد نگاہ تک درانت صحرا کی طرح آتشیں گزریں اٹھائے ہوئے ہیں۔ سپاہی تپڑے ہو کر حکم امام کے منتظر تھے۔ دیکھ کر خون خشک ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اب بائیں جانب نظر کرو۔ یہی نظارہ ادھر دیکھا۔ قدروں پر گر پڑا۔ امام نے فرمایا کہ ہم دھانی حکومت کے مالک ہیں اور تمہاری اذی حیثیت ہمارے سامنے پریشہ سے بھرنے والی ہے۔ دلیل ہے۔ جب آپ کو عسکری یعنی صاحب فوج فرشتگان کہا جائے گا۔

مشن کی طرف سے چارہ دہ معصومین کی سوانح حیات شائع کر دیا جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ زیر نظر مفید کتابچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس میں سرکار سید العلماء مظاہر نے اپنے مخصوص طرز نگارش سے حضرت امام حسن عکری علیہ السلام کی مقدس سوانح حیات کو مختصر مگر نہایت دقیق قلمبند فرمایا ہے جس کے لئے قوم انکی ممنون احسان ہے۔ افراد ملت کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس قلیل القیمت مگر کثیر المنافع رسالہ کی توسیع اشاعت میں امکان بھر کوشش فرمائیں۔ نا واقف حضرات تک پہنچانے کیلئے مجالس محافل میں بطور تبرک تقسیم کریں۔ مسرت میں تو مسائل و کوئی ایک یا ملاک کی خرید پر پچاس فیصد رعایت دی جاتی ہے۔ امید ہے کہ ہماری گزارش قبول کی جائیگی اور آپ اپنے ماحول میں ہفت تقسیم کا اتمام فرما کر رکمان مشن کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ اس طرح بنی نوع انسان کی خدمت کے مقدس فریضہ بھی ادا ہو سکیگا جو یقیناً خوشنودی خدا کا باعث ہوگا۔

(جنرل سیکرٹری)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ
 لِي الطَّاهِرِينَ ه

”اسلام“ خیالی عقائد کا مجموعہ نہیں تھا۔ وہ اس دنیا کے جیتے جاگتے لوگوں کے لئے اسی حیات کی کشمکش میں عمل کا صحیح راستہ دکھانے کے لئے آیا تھا، وہ راستہ جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے تیز ہے اس اعتبار سے کہ وہی طریق کار جو ایک حال میں درست ہے دوسری مختلف صورتِ حال میں وہی نا درست ہو جاتا ہے۔ اس لئے تھی کہ زندگی کے ہر لمحہ کا فی انقلاب میں صحیح عمل کے نمونے پیش ہو جائیں۔ ان ہی انقلابات میں انسانی کردار کے دو رہا ہے آتے ہیں اور ہر موڑ اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ راستہ صحت کی طرف جارہا ہے یا غلطی کی طرف، یہ نہ صرف تربانی تعلیم سے پورا ہو سکتا تھا اور نہ کسی ایک رہنما کی سیرت سے۔ وہ کتنا ہی بلند کردار کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس کی مجلس یا مجلس سالہ کتنے ہی مختلف دوروں سے گزری ہو مگر وہ نوعِ انسانی میں پیش لے والے تمام انقلابات پر حاوی کسی طرح نہیں ہو سکتی۔

اس مقصد کی تکمیل کے لئے قدرت نے آلِ محمد کے سلسلے کے یکے بعد دیگرہ بارہ اماموں کو پیدا کیا تھا جن کا مجموعی دور اس عالم میں چشمِ مشاہدہ لانے دھانی سو برس تک رہا۔ ان دھانی سو برس میں تیز و تند ہوا میں بھی

چلیں، سخت سے سخت طوفان بھی آئے اور انتہائی شدید زلزلے بھی۔ تمدن کیساتھ ماحول اور حالات نے طرح طرح کی کروٹیں بدلیں، رنگ رنگ کے تغیرات ہوئے۔ ان میں سے ہر منزل میں آل محمدؐ میں سے ایک معصوم ذات نے خلق خدا کے سامنے اپنا اسوہ حسنہ پیش کیا اور صحیح راستہ نگاہ کے سامنے نمایاں کر دیا۔

یاد رہے کہ تاریخ کی مختلف صدیاں اپنے انقلابات میں تقریباً یکساں ہی نمونے پیش کیا کرتی ہیں، وہی چند اوراق ہیں جو شیطاں بدل بدل کر آنکھوں کے سامنے آتے ہیں مگر روح حقیقت ان کی یکساں ہوتی ہے۔
ذرا سی دانائی و بینائی اور ذرا سے گوش و ہوش کی ضرورت ہے۔ پھر حالات اور ان کے تقاضوں کی یکسانی کا اندازہ کرنا زیادہ دشوار نہیں ہے۔

آل محمدؐ نے ڈھائی سو برس کے اندر مختلف انقلابات میں اپنے عمل کے جو نقوش چھوڑ دیئے ہیں ان کے بعد دنیا کا کوئی ماحول کوئی انقلاب یا کوئی منہ کام ایسا نہیں ہے جس میں انسان اپنے فرضیہ کی تعیین میں روشنی محسوس نہ کرے۔ شرط یہ ہے کہ ان کی سیرت کے نقوش آنکھوں کے سامنے آتے رہیں۔ یہی سب سے بڑی ضرورت ہے جس کے لئے آل محمدؐ علیہم السلام کے حالات زندگی کا یہ سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔
زیر نظر رسالہ اس سلسلہ عصمت کی گیارھویں کڑی حضرت امام حسن عسکریؑ کے حالات سے متعلق ہے۔

تائید الہی شامل حال رہی تو عنقریب اس سلسلہ کا آخری رسالہ بھی

ناظرین کے سامنے آجائے گا۔

نام و نسب ابو محمد کنیت حسن نام اور سامرے کے محکمہ عسکری میں تیمار

امام علی نقیؑ اور والدہ سلیل خاتون تھیں جو عبادت، ریاضت، عفت اور سخاوت کے صفات میں اپنے طبقے کے لئے مثال کی حیثیت رکھتی تھیں۔

ولادت - ۱۰ ربیع الثانی ۳۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی۔

نشو و نما اور تربیت بچپن کے گیارہ سال تقریباً اپنے والد بزرگوار کے ساتھ وطن میں رہے، جس کے لئے کہا

جاسکتا ہے کہ یہ زمانہ اطمینان سے گزرا۔ اس کے بعد امام علی نقیؑ کو سفر عراق درپیش ہو گیا اور تمام متعلقین کے ساتھ ساتھ امام حسن عسکریؑ اسی

کلم سنی کے عالم میں سفر کی زحمتوں کو اٹھا کر سامرے پہنچے۔ یہاں کبھی قید کبھی نظر بندی اور کبھی کسی حد تک آزادی۔ مختلف دور سے گزرنا

پڑا۔ مگر ہر حال میں آپ اپنے بزرگ مرتبہ باپ کے ساتھ ہی ساتھ رہے۔ اس طرح باطنی اور ظاہری طور پر ہر حیثیت سے آپ کو اپنے والد

بزرگوار کی تربیت و تعلیم سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا موقع مل سکا، جبکہ اس کے ساتھ وہ تعلیم ربانی جو حقیقت میں ان بلند مرتبہ ہستیوں کے

لئے بلند فطرت کی پوشیدہ طاقتوں کے توسط سے ان کے کمال ذاتی صفات کی ضامن ہے، ان کے لئے اسی طرح موجود حقیقی طرح ان

ان کے والد بزرگوار حضرت امام علی نقیؑ اور اس کے پہلے ان کے والد حضرت

امام محمد تقیؑ کے لئے اس کا غیر معمولی نتیجہ رہا جو دظاہری طور پر آغوش تعلیم و تربیت سے بچپن ہی میں جدا ہو جانے کے (دوست و دشمن کی نگاہوں کے سامنے اچھا دکھائی دینا) میں آپؑ کی عمر بائیس برس کی تھی جب آپؑ کے والد بزرگوار حضرت امام علی نقیؑ کی وفات ہوئی حضرت نے اپنی وفات سے چار ہفتہ قبل آپؑ کے متعلق اپنے وصی و جانشین ہونے کا اظہار فرما کر اپنے اصحاب کی گواہیاں لے لی تھیں۔ اب امامت کی ذمہ داریاں امام حسن عسکریؑ کے متعلق ہوئیں۔ ہمیں آپؑ باوجود انتہائی شدید مشکلات اور سخت ترین ماحول کے ادا فرماتے رہے۔

سلاطین وقت اور ان کا رویہ | جیسا کہ اس کے پہلے ضمیمہ بیان میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ امام حسن عسکریؑ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ ان تمام تکالیف اور مصائب میں بھی شریک رہے جو آپ کے والد بزرگوار کو حراسۂ اور نظر بندی کے ذیل میں متعدد بار برداشت کرنا پڑے۔ اس کے بعد جب آپؑ کا دور امامت شروع ہوا ہے تو سلطنت بنی عباس کے تحت پرعتز باللہ عباسی کا قیام تھا۔ معتز کی معزولی کے بعد ہمدانی کی سلطنت ہوئی۔ گیارہ مہینے چند روز حکومت کرنے کے بعد اس کا خاتمہ ہوا اور معتز کی حکومت قائم ہوئی۔ ان میں سے کوئی ایک بھی بادشاہ ایسا نہ تھا جس کے زمانہ میں امام حسن عسکریؑ کو آرام و سکون ملا، باوجودیکہ اس وقت سلطنت بنی عباس بڑی سخت الجھنوں اور پیچیدگیوں میں گرفتار تھی مگر ان تمام سیاسی مسائل اور مشکلات کے ساتھ ہر حکومت نے امام حسن عسکریؑ کو قید و بند میں رکھا۔

سب سے زیادہ ضروری سمجھا۔ اس کا خاص سبب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث تھی کہ میرے بعد بارہ جانشین ہوں گے اور ان میں سے آخری مہر سدی آخر الزماں اور قائم آل محمد ہوگا۔ یہ حدیث برابر متواتر طریقہ سے عالم اسلام میں گردش کرتی رہی تھی۔

خلفائے بنی عباس خوب جانتے تھے کہ سلسلہ آل محمد کے وہ افراد جو رسول کی صحیح جانشینی کے مصداق ہو سکتے ہیں، وہ یہی افراد ہیں جن میں سے گیارہویں ہستی امام حسن عسکریؑ کی ہے۔ اس لئے ان ہی کا فرزند وہ ہو سکتا ہے جس کے بارے میں رسولؐ کی پیشین گوئی صحیح قرار پاسکے لہذا کوشش یہ تھی کہ ان کی زندگی کا دنیا سے خاتمہ ہو جائے۔ اس طرح کہ ان کا کوئی جانشین دنیا میں موجود نہ ہو یہی سبب تھا کہ امام حسن عسکریؑ کے لئے اس نظر بندی پر اتفاق نہیں کی گئی جو امام علی نقیؑ کے لئے ضروری سمجھی گئی تھی بلکہ آپ کے لئے اپنے گھر بار سے الگ قید تنہائی کو ضروری سمجھا گیا۔ یہ اور بات ہے کہ قدرتی انتظام کے ماتحت درمیان میں انقلابات سلطنت کے وقفے آپ کی قید مسلسل کے بیچ میں قہری رہائی کے سامان پیدا کر دیا کرتے تھے مگر پھر بھی جو بادشاہ تخت سلطنت پر بیٹھا تھا وہ اپنے پیش رو کے نظریہ کے مطابق آپ کو دوبارہ مقید کرنے پر تیار ہو جاتا تھا۔ اس طرح آپ کی مختصر زندگی جو دور امامت کے بعد تھی اس کا بیشتر حصہ قید و بند ہی میں گزرا۔

اس قید کی سختی معتد کے زمانے میں بہت بڑھ گئی تھی۔ اگرچہ وہ شل

دیگر ظالم سلاطین کے آپ کے مرتبہ اور حقانیت سے خوب واقف تھا، چنانچہ جب قحط کے موقع پر ایک عیسائی راہب کے دعوے کے ساتھ پانی برسانے کی وجہ سے مسلمانوں میں ارتداد کا فتنہ برپا ہوا اور لوگ عیسائیت کی طرف دوڑنے لگے تو مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے وہ امام حسن عسکریؑ ہی تھے جو قید خانہ سے باہر لائے گئے۔ آپ نے مسلمانوں کے شکوک کو دور کر کے انھیں اسلام کے سجادہ پر قائم رکھا۔ اس واقعہ کا اتنا اثر بھی ہوا کہ اب معتد کو آپ کے پھر اسی قید خانہ میں دبا کر کرنے میں خجالت و امن گیر ہوئی۔ اس لئے آپ کی قید کو آپ کے گھر میں نظر بندی کے ساتھ تبدیل کر دیا گیا، مگر آزادی پھر بھی نصیب نہ ہو سکی۔

سفر اہل بیت | آئمہ اہل بیتؑ جس حال میں بھی ہوں ہمیشہ کسی نہ کسی صورت سے امامت کے فرائض کو انجام دیتے رہتے۔

تھے۔ امام حسن عسکریؑ پر اتنی شدید پابندیاں عائد تھیں کہ علومِ طبیہ کے طلبگاروں اور شریعتِ حعفری کے مسائل دریافت کرنے والوں کا آگے تک پہنچنا کسی صورت سے ممکن نہ تھا۔ اس سے حضرات نے اپنے زمانہ میں یہ انتظام کیا کہ ایسے افراد جو امانت و دیانت نیز علمی و فقہی بصیرت کے اس درجہ حامل تھے کہ امام کے محلِ اعتماد ہو سکیں انھیں اپنی جانت سے آپ نے نائب مقرر کر دیا تھا۔ یہ حضرات جہاں تک کہ خود اپنی واقفیت کے حدود میں دیکھتے تھے اس حد تک مسائل خود ہی دیتے تھے اور وہ اہم مسائل جو ان کی دسترس سے باہر ہوتے تھے

انہیں اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے اور کسی مناسب موقع پر امام کی خدمت میں رسائی حاصل کر کے ان کو حل کرا لیتے تھے۔ کیونکہ ایک شخص کا کبھی کبھی امام سے ملاقات کو آ جانا حکومت کے لئے اتنا ناقابل برداشت نہیں ہو سکتا تھا جتنا کہ عوام کی جماعتوں کا مختلف اوقات میں حضرت تک پہنچنا۔

ان ہی سفراء کے ذریعہ سے ایک اور اہم خدمت بھی انجام پاتی تھی وہ یہ کہ جس جو حکومتِ الہیہ کے تائید ہونے کی حیثیت سے اس نظامِ حکومت کو تسلیم کرنے والے ہمیشہ ائمہ معصومین کی خدمت میں پہنچاتے رہے اور ان بزرگوں کی نگرانی میں وہ ہمیشہ دینی امور کے انصرام اور سادات کی تنظیم و پرورش میں صرف ہوتا رہا۔ اب وہ راز دارانہ طریقہ پر ان ہی نائبوں کے پاس آتا تھا اور یہ امام علیہ السلام سے ہدایات حاصل کر کے انہیں ضروری مصارف میں صرف کرتے تھے یہ افراد اس حیثیت سے بڑے سخت امتحان کی منزل میں تھے کہ ان کو ہر وقت سلطنتِ وقت کے جاسوسوں کی سراخ رسائی کا اندیشہ رہتا تھا۔ اسی لئے عثمان بن سعید اور ان کے بیٹے ابو جعفر محمد بن عثمان نے جو امام حسن عسکریؑ کے ممتاز نائب تھے اور عین دار السلطنت بغداد میں مقیم تھے اپنے پاس متعلقہ افراد کی آمد و رفت کو حق بجانب قرار دینے کے لئے ایک بڑی دکان روغنیات کی کھول لی تھی۔ اس طرح حکومتِ جور کے شدید شکنجہِ ظلم کے اندر بھی حکومتِ الہیہ کا آئینی

نظام چل رہا تھا اور حکومت کا کچھ بس نہ چلتا تھا۔

مظہر کی ذات اسی سلسلہ عصمت کی ایک کڑی

اخلاق و اوصاف

تھی جس کا ہر حلقہ انسانی کمالات کے

جواہر سے مرصع تھا۔

علم و حلم، عفو و کرم، سخاوت و ایثار سب ہی اوصاف بہتال تھے
عبادت کا یہ عالم تھا کہ اس زمانہ میں بھی کہ جب آپ سخت قید میں
تھے محترم نے جس سے بھی آپ کے متعلق دریافت کیا یہی معلوم ہوا کہ آپ
دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر نمازیں پڑھتے ہیں اور سوائے ذکرِ الہ
کے کسی سے کوئی کلام نہیں فرماتے۔ اگرچہ آپ کو اپنے گھر پر آزادی کی
سائیں لینے کا موقع بہت ہی کم ملا۔ پھر بھی جتنے عرصہ تک قیام رہا وہ
دراز سے لوگ آپ کے فیض و عطا کے تذکرے سن کر آتے تھے اور
یا مراد واپس جاتے تھے۔ آپ کے اخلاق و اوصاف کی عظمت کا
عوام و خواص سب ہی کے دلوں پر سکے قائم تھا، پناہ چاہیے حبیب احمد بن عبد
بن خاقان کے سامنے جو خلیفہ عباسی کی طرف سے شہرِ قم کے اوقاف
صدقات کے شعبہ کا افسر اعلیٰ تھا، ساداتِ علوی کا تذکرہ آگیا
تو وہ کہنے لگا کہ مجھے کوئی سید حسن عسکری سے زیادہ بلند مرتبہ اور
علم و ورع، زہد و عبادت، وقار و ہدایت، حیا و عفت، شرف و عزت
اور قدر و منزلت میں ممتاز اور نمایاں نہیں معلوم ہوا اس وقت جب
امام علی نقیؑ کا انتقال ہوا اور لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول تھے تو بعض

گھر کے ملازمین نے اثاثہ البیت وغیرہ میں سے کچھ چیزیں غائب کر دیں اور انہیں خبر نہ تھی کہ امام کو اس کی اطلاع ہو جائے گی۔ جب تجہیز و تکفین وغیرہ سے فراغت ہوئی تو آپ نے ان نوکروں کو بلایا اور فرمایا کہ جو کچھ پوچھتا ہوں اگر تم مجھ سے سچ سچ بیان کرو گے تو میں تمہیں معاف کر دوں گا اور سزا نہ دوں گا، لیکن اگر غلط بیانی سے کام لیا تو پھر میں تمہارے پاس سے سب چیزیں برداشت بھی کر لوں گا اور سزا بھی دوں گا، اس کے بعد آپ نے ہر ایک سے ان اشیاء کے متعلق جو اس کے پاس تھیں دریافت کیا اور جب انہوں نے سچ سچ بیان کر دیا تو ان تمام چیزوں کو ان سے واپس لے کر آپ نے ان کو کسی قسم کی سزا نہ دی اور معاف فرما دیا۔

علمی مرکزیت | باوجودیکہ آپ کی عمر بہت مختصر ہوئی یعنی صرف اٹھائیس برس مگر اس محدود اور مشکلات سے بھری ہوئی زندگی میں بھی آپ کے علمی فیوض کے دریائے بڑے بڑے بلند پایہ علماء کو سیراب ہونے کا موقع دیا۔ نیز اس زمانہ کے فلاسفہ جو دہریت اور الحاد کی تبلیغ کر رہے تھے ان کا مقابلہ فرمایا۔ جن میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ان میں ایک اسحق کناری کا واقعہ ہے کہ یہ شخص قرآن مجید کے آیات کے باہمی تناقض کے متعلق ایک کتاب لکھ رہا تھا۔ یہ خبر امام حسن عسکریؑ کو پہنچی اور آپ موقع کے منتظر ہو گئے۔ اتفاق سے ایک روز ابو اسحق کے کچھ شاگرد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا

کہ تم میں کوئی اتنا سمجھ دار آدمی نہیں ہے جو اپنے استاد دکنڈی کو اس فضول مشغلے سے روکے جو انھوں نے قرآن کے بارے میں شروع کر رکھا ہے۔ ان طلباء نے کہا حضور ہم تو ان کے شاگرد ہیں ہم عبدا ان پر کیا اعتراض کر سکتے ہیں۔

حضرت نے فرمایا اتنا تو تم کر سکتے ہو کہ جو کچھ باتیں میں تمہیں بتاؤں وہ تم ان کے سامنے پیش کر دو۔ طلباء نے کہا، جی ہاں اتنا ہم کر سکتے ہیں حضرت نے کچھ آیتیں قرآن کی جن کے متعلق باہمی اختلاف کا توہم ہو رہا تھا پیش فرما کر ان سے کہا کہ تم اپنے استاد سے اتنا پوچھو کہ کیا ان الفاظ کے بس یہی معنی ہیں جن کے لحاظ سے وہ تناقض ثابت کر رہے ہیں اور اگر کلام عرب کے شواہد سے دوسرے متعارف معنی نکل آئیں جن کے بنا پر الفاظ قرآن میں باہم کوئی اختلاف نہ رہے تو پھر انھیں کیا حق ہے کہ وہ اپنے ذہنی خود ساختہ معنی کو منکلم قرآنی کی طرف منسوب کر کے تناقض و اختلاف کی عمارت کھڑی کریں۔ اس ذیل میں آپ نے کچھ شواہد کلام عرب کے بھی ان طلباء کے ذہن نشین کر لئے۔ ذہین طلباء نے وہ پوری بحث اور شواہد کے حوالے محفوظ کر لئے اور اپنے استاد کے پاس جا کر ادھر ادھر کی باتوں کے بعد یہ سوالات پیش کر دیئے۔ یہ آدمی ہر حال وہ منصف مزاج تھا، اس نے طلباء کی زبانی وہ سب کچھ سنا اور کہا کہ یہ باتیں تمہاری قابلیت سے بالاتر ہیں۔ سچ سچ بتانا کہ یہ سب باتیں معلوم کہاں سے ہوا۔ پہلے تو ان طالب علموں نے چھپانا چاہا اور کہا

کہ یہ چیزیں خود ہمارے ذہن میں آتی ہیں، مگر جب انہوں نے سمجھنے کے ساتھ انکار کیا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا تو انہوں نے بتا دیا کہ ہمیں ابو محمد حسن عسکریؑ نے یہ باتیں بتائی ہیں۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ سوائے اس گھمسنے کے اور کہیں سے یہ معلومات حاصل ہی نہیں ہو سکتے تھے، پھر اس نے آگ منگوائی اور جو کچھ لکھا تھا وہ نذر آتش کر دیا۔ ایسے کتنے ہی علمی اور دینی خدمات تھے جو خاموشی کے ساتھ اپنا فرض سمجھ کر انجام پا رہے تھے اور حکومت وقت جو محافظت اسلام کی دعوت داری تھی اپنے عیش و طرب کے نشے میں مدہوش تھی یا پھر جو نکستی بھی تھی تو ایسے مخلص حامی اسلام کی طرف سے اپنی سلطنت کے لئے خطرہ محسوس کر کے ان پر کچھ پابندیاں بڑھا دیئے جانے کے احکام نافذ کرتی تھی مگر اس کو وہ گلاں کے صبر و استقلال میں فرق نہ آتا تھا۔

جو اربع حدیث میں محدثین اسلام نے آپ کی سند سے اس حدیث نقل کئے ہیں۔ ان میں سے ایک خاص حدیث شراب خواری کے متعلق ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ ”شَارِبُ الْخَمْرِ كَايِدُ الْوُثْنِ“ ”شراب پینے والا مثل پرست کے ہے۔“

اس کو ابن الجوزی نے اپنی کتاب ”تحریم الخمر“ میں سند متصل کے ساتھ درج کیا ہے۔ اور ابو نعیم فضل بن وکیس نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ثابت ہے جس کی اہلبیتؑ طاہرین نے روایت کی ہے اور صحابہ میں سے ایک گروہ نے اس کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے جیسے ابن عباسؓ اور یہ انسؓ، عبداللہ بن اوفیؓ اسلمیؓ اور دوسرے حضرات۔

معافی نے کتاب الانساب میں لکھا ہے کہ ابو محمد احمد بن ابراہیم بن اہم طوسی
بلاذری حافظ و اعظم نے مکہ معظمہ میں امام اہلبیت ابو محمد حسن بن علی بن محمد بن علی بن
موسی الرضا سے احادیث سن کر قلمبند کئے۔

ان کے علاوہ حضرت کے تلامذہ میں سے چند بارقارستقیوں کے نام درج ذیل ہیں
جن میں سے بعض نے حضرت کے علمی انادات کو جمع کر کے کچھ کتابیں بھی تصنیف کیں۔
۱۔ ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری سن سیدہ عالم تھے انہوں نے امام رضا سے امام حسن
عسکری تک چار اماموں کی زیارت کی اور ان بزرگواروں سے بعض بھی مسائل کئے وہ امام
علیہ السلام کی طرف سے نیابت کے درجہ پر فائز تھے (۲) داؤد بن ابی زید نیشاپوری
امام علی نقی کے بعد امام حسن عسکری کی صحبت سے شرفیاب ہوئے (۳) ابو طاهر محمد
بن علی بن طلال (۴) ابو العباس عبداللہ بن جعفر حمیری قمی بڑے بلند پایہ عالم
بہت سی کتابوں کے مصنف تھے جن میں سے قرب الاسناد کتاب اس وقت تک
موجود ہے اور کافی وغیرہ کے ماخذوں میں سے ہے (۵) محمد بن احمد بن جعفر
قمی حضرت کے خاص نائبین میں سے تھے (۶) جعفر بن سہیل صیقل۔ یہ بھی نائب
خاص ہونے کا شرف رکھتے تھے۔ (۷) محمد بن حسن صفار قمی بڑے مرتبہ کے عالم متقدم
کتابوں کے مصنف ہیں۔ جن میں سے لباب الدرجات مشہور کتاب ہے انہوں نے
امام حسن عسکری کی خدمت میں تحریری مسائل بھیج کر ان کے جوابات حاصل کئے (۸)
ابو جعفر ہاشمی برکی، امام حسن عسکری سے مسائل فقہیہ کے جوابات حاصل کر کے کتاب
مرتب کی (۹) ابراہیم بن ابی حفص ابواسحق کاتب حضرت کے اصحاب میں سے ایک
کتاب کے مصنف ہیں (۱۰) ابراہیم بن مہر بار مصنف کتاب البشارات (۱۱) احمد بن

اسیم بن اخیل بن داؤد بن حمدان الکاتب الذیلم علم لغت و ادب کے مستمات و تھے
در بہت سی کتابوں کے مصنف تھے، حضرت امام حسن عسکریؑ سے خاص خصوصیت
لگتے تھے (۱۲)، احمد بن اسحاق الاشعری ابو علی القمی بڑے پایہ کے مستند و مسلم عالم تھے
ان کی تصانیف میں سے علل الصوم اور دیگر متعدد کتابیں تھیں۔

یہ چند نام بطور مثال درج کئے گئے۔ اگر تمام ان افراد کا تذکرہ کیا جائے تو اس
لئے مستقل تصنیف کی ضرورت ہے خصوصیت کے ساتھ تفسیر قرآن میں ابو علی حسن بن
محمد بن محمد بن علی برقی نے آپ کی افادات سے ایک ضخیم کتاب لکھی جسے حقیقت میں
حضرت ہی کی تصنیف سمجھا جاوے۔ یعنی حضرت بولنے جانتے تھے اور وہ لکھتے
تے تھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ کتاب ایک سو بیس اجزاء پر مشتمل تھی۔

انسوس ہے کہ یہ علمی ذخیرہ اس وقت ہاتھوں میں موجود نہیں ہے۔ مختلف
ہول میں تفسیر قرآن کے متعلق حضرت کے بعض ارشادات ملتے ہیں ممکن ہے کہ وہ اسی
موجود ہوں۔

بے شک ایک کتاب "تفسیر امام حسن عسکریؑ" کے نام سے شائع شدہ موجود ہے
ذکرہ بالا ذخیرہ علمی سے یقیناً مختلف ہے۔ موجودہ تفسیر کا پتہ صرف چوتھی صدی
سے ملتا ہے اور شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ قمی رحمہ اللہ نے اس کو
مجاہدے گراں کے پیش رو افراد جن سے موصوف نے اس تفسیر کو نقل کیا ہے
بہر حال اس تفسیر کے متعلق علمائے رجال مطمئن نہیں ہیں۔ جہاں
از کیا جاتا ہے اس کی نسبت امام حسن عسکریؑ کی طرف صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ ہاں
آپ کا ایک طویل مکتوب اسحاق بن اسحاق اشعری کے نام اور کافی ذخیرہ

مختصر حکیمانہ مقولات اور مواعظ و تعلیمات کا کتاب تخت العقول میں محفوظ ہے جو ان وقت بھی اہل نظر کے لئے سرمہ چشم بصیرت ہے۔

یہ علمی کارنامے اس حلت میں ہیں جبکہ مجموعی عمر آپ کی ۲۸ برس سے زیادہ نہ ہو سکی اور والد بزرگوار کے بعد صرف چھ برس امامت کے منصب پر فائز رہے اور وہ بھی ان مشکلات کے شکنجہ میں جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

اتنے علمی و دینی مشاغل میں مصروف انسان کو کہیں سلطنت و وقت

وفات

کے ساتھ مزاحمت کا کوئی خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر ان کا بڑھتا ہوا روحانی اقتدار اور علمی مرجعیت ہی تو ہمیشہ ان حضرات کو سلاطین کے لئے ناقابل برداشت ثابت کرتی رہی۔ وہی اب بھی ہوا اور متعدد عیسائی کے مجبورائے ہوئے نہر سے ۸ ربیع الاول ۱۲۶۰ھ میں آپ نے وفات پائی اور اپنے والد بزرگوار کی قبر کے پاس سامریے میں دفن ہوئے۔ سبیل حضرت کا روضہ باوجود ناموافق ماحول کے مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ (ختم شد)

علیٰ حبیب جنتہ

دعویٰ مصطفیٰ حقہ

قسیم النار والجنہ

امام الاثنی عشر والجنہ

(امام شافعی)

حضرت علی علیہ السلام کی محبت سے ہی جہنم کے عذاب سے رہائی ملیگی۔ مولانا علی ہی جنت اور جہنم تقسیم کریں گے۔ یہی جناب حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی جانشین اور تمام انسانوں اور جنوں کے امام ہیں۔

حسن بکری

(مطبوعہ: تعلیمی پریس لاہور)